اسلام اور ہمارا قانونی نظام

ذیل میں ہم عبدالقادر عودہ رحمۃ اللہ (اخوان کے نائب مرشد جنہیں حال ہی میں مصر کی فوجی حکومت نے پھانسی پر لٹکایا ہے) کی ایک کتاب "الاسلام واوضاعنا القانونیہ" میں سے ابتدائی حصے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ عبدالقادر عودہ مرحوم و مغفور مصر کے ایک ممتاز قانون دان تھے جو ۱۹۵۱ء تک جج رہ چکے ہیں اور جو بعد میں مستعفی ہو گئے تھے۔ آپ ایک نہایت سنجیدہ، متین اور علمی ذوق رکھنے والے انسان تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ اسلام کے پُرجوش داعی اور مسلمانوں کے سچے خادم تھے۔ اسلامی فقہ و قانون میں آپ کی نظر نہایت وسیع تھی جس کا ثبوت آپ کی کتاب "التشریع الجنائی الاسلامی" ہے جس کا صرف پہلا حصہ سوا آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مقدمے کا ترجمہ "ترجمان" میں پیشتر شائع ہو چکا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کی راہ میں شہادت ایک ایسا مرتبہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو ہی سرفراز فرماتا ہے، تاہم ان تازہ حادثات کے بعد ہر سوچنے والے انسان کے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ وہ کونسا سنگین جرم ہے جس کی پاداش میں ایسی قیمتی جانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ اس سوال کے مختلف حلقوں کی طرف سے مختلف جوابات دئے جا رہے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر ایک منصف مزاج آدمی عبدالقادر شہید کے قلم سے نکلے ہوئے ان چند صفحات کو پڑھ لے گا، تو اسے مذکورہ بالا سوال کا جواب معلوم کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اس کا دل گواہی دے گا کہ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (الآیۃ) اس مضمون کو پڑھنے والا خود پکار اُٹھے گا کہ یہ وہ کلمۂ حق ہے کہ جو ع بردار نتواں گفت، بمنبر نتواں گفت۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رسول اللہ۔ اللھم اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا واربط علی قلوبنا وآتنا نصرک الذی عدتنا

موجودہ قانون سے معذرت سب سے پہلے میرے لیے ضروری ہے کہ میں قانون ملکی کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر

واضح کردوں۔ اس میں شک نہیں کہ بحیثیت ایک جج کے میں اس قانون کی محافظت، مدافعت اور تنفیذ کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ میں اس قانون کی، جیسا کچھ بھی یہ ہے، صرف تعبیر اور تطبیق کروں، اس کے استحکام کے لیے کوشش کروں اور اسے توہین و تذلیل سے بچاؤں۔ لیکن قانون ہی کی خاطر اور اس کی خدمت کے جذبے ہی کے تحت میرا ارادہ ہے کہ میں موجودہ قوانین پر تنقید کروں۔ میں قانون کی موجودہ ہیئت پر تو ضرور اعتراض کروں گا لیکن قانون کی "روح اور اس کی حقیقت" کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا۔ میری اس بحث کا اگر ایک نتیجہ یہ بھی نکلے کہ قوانینِ موجودہ کے تقدس و کمال کا تصور لوگوں کے دلوں میں قائم نہ رہے اور وہ اس کی اصلاح و تکمیل کے لیے کمربستہ ہو جائیں، تو یہ نفسِ قانون کی صحیح معنوں میں ایک خدمت ہوگی اور اس سے میری تنقید کے لیے بھی ایک معقول وجۂ جواز فراہم ہو جائے گی۔

اظہارِ خیال قانوناً ممنوع ہے | موجودہ قوانین کی رو سے ملازمین حکومت اور خصوصاً عدلیہ کے کارکنوں کے لیے مسائلِ عامہ پر اظہارِ رائے کرنا حرام ہے۔ اسے "سیاسی سرگرمی" کا نام دے کر غیرقانونی فعل قرار دے دیا گیا ہے۔ قانون کے بنانے والوں نے ان "سیاسی مسائل" کی فہرست میں تمام سیاسی، اقتصادی، مالی اور معاشرتی معاملات کو شامل کر رکھا ہے حتیٰ کہ ہر وہ مسئلہ جس کا تعلق فرد، جماعت، قوم، قومی آزادی اور قومی عزت و شرف سے ہے یا جس کا تعلق نظامِ حکومت اور بین الاقوامی معاملات سے ہے، وہ از روئے قانون ایک ملازم حکومت کے لیے اظہارِ خیال کا موضوع نہیں بن سکتا۔ موجودہ قانون کے مصنفین کا منشا یہ ہے کہ جیتا جاگتا اور سوچتا سمجھتا انسان ایک بے جان اور بے حس مشین بن کے رہ جائے، وہ آنکھیں بند کر لے اور دیکھنا چھوڑ دے، کان بند کر لے اور سننا چھوڑ دے، زبان بند کر لے اور بولنا چھوڑ دے، اپنے شعور، احساس اور فکر کو بالکل معطل اور مفلوج کر دے۔

کیا ایسا تجرد و تعطل ممکن ہے؟ | مگر کیا "لب بند و گوش بند و چشم بند" کی اس روش پر کاربند ہونا انسان کے لیے عقلاً اور عملاً ممکن ہے؟ مثلاً کیا ایک جج کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ جذبات و احساسات سے بالکل عاری ہو جائے حالانکہ وہ دن رات اجتماعی مسائل سے دوچار ہوتا ہے؟ وہ مختلف افراد کو اور جماعتوں کو زندگی کے میدان میں ایک وسیع کشاکش اور آویزش میں مبتلا دیکھتا ہے، وہ محروم لوگوں کو مصائب کا شکار ہوتے دیکھتا ہے، وہ مظلوم محنت کاروں کی آہیں سنتا ہے، وہ اجتماعی غربت و افلاس، معاشی ظلم و جور، سیاسی ناانصافی اور جبری استحصال کے دردانگیز مناظر کا

صبح و شام مشاہدہ کرتا ہے۔

جس قوم کے سینے پر اجنبی تسلط کابوس بن کر سوار ہو، ـــــ ایسا تسلط جو پورے وطن پر چھایا ہوا ہو، جو رزق کے سارے سرچشموں پر قابض ہو، جو ملک کی ساری دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہو، جو اس کی آزادی کو پامال کر رہا ہو، جو اس کی داخلی اور خارجی سیاست کو اپنا تابع فرمان رکھنا چاہتا ہو، جو نیک طینت اور باضمیر ابنائے قوم کے خلاف ان کے ایسے بھائیوں کو استعمال کرا رہا ہو جنہوں نے شیطان کے ہاتھ اپنی جان، دین اور وطن کو فروخت کر دیا ہو، جس قوم کے بوڑھوں اور جوانوں نے اس طرح کے اجنبی تسلط میں آنکھیں کھولی ہوں اور اسی کے دور میں اپنی آنکھیں بند کر رہے ہوں، کیا ایسی قوم کا جج مجرد ایک غیر جانبدار تماشائی بن کے اپنی زندگی گزار سکتا ہے؟ جس ملک کی عزت کو غیر ملکی استعمار نے خاک میں ملا دیا ہو، اس کی آزادی کو پامال کر رکھا ہو، مادی اور اخلاقی حیثیت سے اُسے بالکل قرون اولیٰ بنا کر چھوڑ دیا ہو، اُس کے گوشے گوشے میں فساد برپا کر دیا ہو، اس کے بسنے والوں میں ایک کے اندر دوسرے کے خلاف بغض و عناد پیدا کر دیا ہو، انہیں ایسی منفرق ٹولیوں میں تقسیم کر دیا ہو جن میں سے ہر ٹولی اپنے ہی حال میں مست ہو، جس کے افراد بظاہر متحد نظر آتے ہوں مگر جن کے دل ایک دوسرے سے پھٹ چکے ہوں، جس ملک کی نسلیں اجنبی استبداد کے خلاف کشمکش میں ختم ہو رہی ہوں، جس ملک کے سامنے آزادیٔ کامل یا مرگِ ذلت آمیز کا سوال درپیش ہو، لیکن جس کے شہریوں کا یہ حال ہو کہ بھی غیر ملکی سامراج اگر انہیں چند کرسیاں مستعار دے دے تو وہ شہری ان کرسیوں پر جاں ہو کر ایک دوسرے سے لڑنا، ایک دوسرے کی گردنیں مارنا اور ایک دوسرے کا خون بہانا شروع کر دیں، کیا ایسے ملک کی عدالتوں کا کوئی جج ان ہنگامہ ہائے رست و خیز سے اور ان غلغلہ ہائے دار و گیر سے الگ تھلگ رہ سکتا ہے؟

جج لاقانونیت کا تماشائی بن کے نہیں رہ سکتا کیا ایک جج کے لیے ممکن ہے کہ وہ ایک ایسے ملک میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرے، جہاں ملزمین سے کردہ یا ناکردہ خطاؤں کا اعتراف کرانے کے لیے اُن کے ناخن گوشت پر سے اُکھڑوا دیے جائیں، انہیں بار بار اس طرح سے پیٹا جائے کہ وہ ہر مرتبہ بیہوش ہو جائیں، ان کے جسم آگ سے داغے جائیں، ان کی کھالیں کوڑوں سے ادھیڑ دی جائیں، انہیں کھانے، پینے اور دوا سے محروم کر دیا جائے، اُن کی حیا کو ننگا کر کے مجروح کیا جائے، اُن کے بدن کے پوشیدہ مقامات میں لکڑیوں اور لوہے کی سلاخوں کو داخل

کیا جائے، انہیں دھمکیاں دی جائیں کہ ان کی ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا جائے گا اور پھر ان ملزمین کے گھروں میں پولیس کئی کئی دن اور کئی کئی ہفتے گھسی رہے جب کہ وہاں عورتوں کے علاوہ کوئی نہ ہو، قانون کے نگہبانوں کو ان تمام حالات یا ان میں سے بیشتر حالات کا علم ہو مگر وہ اس بارے میں کوئی ادنیٰ ترین کارروائی بھی نہ کریں۔ پھر ان تمام شرمناک اور انسانیت سوز مظالم کو عدالتوں کے نوٹس میں لایا جائے، مظلوم عدالت میں خود پیش ہو کر یہ تمام واقعات اپنی زبان سے دہرائیں، باقاعدہ دستاویزات اور طبی سندات شہادت میں پیش کی جائیں لیکن حکومت ان زیادتیوں کی تحقیق و تفتیش کے لیے اور قانون اور محافظینِ قانون کی ساکھ کو بچانے کے لیے کوئی قدم اٹھانے پر بھی آمادہ نہ ہو۔

کیا ایک جج کے لیے ممکن ہے کہ وہ ایسی دنیا میں بالکل بے تعلق ہو کر رہے جہاں قانون کا احترام بالکل ختم کر دیا گیا ہو اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول کارفرما ہو، جہاں قانون بیچارہ لوٹ کھسوٹ اور مظالم کے جواز کا آلہ بن کے رہ گیا ہو، جہاں حکومت کے مناصب اور ہر طرح کے فوائد سے صرف وہ لوگ متمتع ہو سکتے ہوں جو حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے ہوں، جہاں نفاق کامیابی کا واحد ذریعہ خیال کیا جاتا ہو اور اباحیت و بداخلاقی کو جاہ و منزلت کی اولین شرط سمجھا جاتا ہو؟ کیا ایک جج اس بات کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر سکتا ہے کہ اُس کے وطن میں عہدِ جاہلیت کے سے حالات کا دور دورہ ہو، زبردست اپنا خون پسینہ ایک کر کے کمائیں اور زبردست اُسے چین اور مزے سے بیٹھ کر کھائیں، کمزور کو اپنے جسم اور رُوح کا رابطہ قائم رکھنے کے لیے سوکھا نوالہ اور میلا چیتھڑا بھی میسر نہ ہو اور طاقتور سونے اور چاندی سے کھیل رہا ہو۔ اگر کمزور شکایت کرے تو قانون اس کے خلاف حرکت میں آجائے، حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ کمزور اپنے ماحول اور قانون مروّج کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دے۔

جج دین سے انحراف کو بھی خاموشی سے نہیں دیکھ سکتا | پھر کیا ایک جج اس بات کو بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر سکتا ہے کہ ایک ملک کے دستور میں تو یہ دفعہ درج ہو کہ ریاست کا دین اسلام ہے لیکن اس کی حکومت اور حکمران اسلام کی کھلم کھلا خلاف ورزیاں کریں، خادمانِ اسلام کے خون کے پیاسے بن جائیں، تعاون علی البرّ والتقویٰ کی خواہش رکھنے والوں کو نشانۂ ستم بنالیں اور تعاون علی الاثم والعدوان کے مرتکبین کی سرپرستی کریں؟ کیا

ایک جج ایسے حالات میں ناطرفدار رہ سکتا ہے جب کہ پورا ملک اخلاقی فضائل ومحاسن سے عاری ہوتا جا رہا ہو، دیانت اور حسنِ اخلاق کا نام ونشان مٹ رہا ہو اور لوگ موجودہ لیڈروں کو اپنے لیے اسوہ اور نمونہ قرار دینے لگے ہوں؟

جج غیر جانبدار کب رہ سکتا ہے؟ جج صرف اس قوم کے اندر غیر جانبداری کا موقف اختیار کر سکتا ہے، جہاں ابنائے قوم اپنے قانون کا لفظاً اور معناً احترام کرتے ہوں اور ضعیف اور قوی یکساں طور پر اس کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوں، لیکن جس قوم کا یہ حال ہو کہ وہ ایک دین کو قبول کرے اور پھر اس پر کاربند نہ ہو، قوانین بنائے اور پھر انہیں نافذ نہ کرے، حق، عدل اور انصاف کی علمبرداری کا دعویٰ کرے لیکن اس پر عمل نہ کرے، جو قوم تواصی بالحق ودعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام نہ دے، اس قوم کا جج اگر بے تعلق اور غیر جانبدار رہنا بھی چاہے تو اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔

بہت سی جبینیں ایسی ہیں جن پر ان سطور کے پڑھ لینے کے بعد شکن پڑ جائیں گے، بہت سے چہرے ایسے ہیں جو غضب آلود ہو جائیں گے لیکن میں ان صنم پرستوں سے کہتا ہوں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے یہ سارے قوانین وضوابط عصرِ حاضر کے لات ومنات ہیں، ان کی اطاعت کر کے ایک مسلم اپنے اللہ کو ناراض کرتا ہے، ان کی وساطت سے مسلمانوں کی حکومتیں اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کر رہی ہیں۔

ان بتوں کے پجاریوں کو یہ بات غیظ اور غصے میں مبتلا کر دے گی کہ اس بت خانے کے ایک کاہن نے ان بتوں کے خلاف کفر وبغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ ان لوگوں کو حیرت ہو گی کہ قانونِ موجودہ کے خادموں میں سے ایک خادم نے ایسی غداری کیوں کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر طرف سے آواز بلند ہو گی۔ "لوگو! اپنے بتوں کی نصرت وتائید کے لیے اٹھو، اس شخص کو پکڑ لو، قبل اس کے کہ یہ تمہارے بتوں کو چکنا چور کر دے اور تمہارے نظام کو درہم برہم کر دے"۔ لیکن یاد رکھو! اس بغاوت کو دبانا ناممکن ہے، یہ ایک شخص کا دعویٰ یا نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک قوم کی دلی تمنا ہے۔ یہ ندائے لسان نہیں بلکہ ندائے ایمان ہے، یہ اسلام کی راہ میں ایک کشمکش ہے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، اسی رستے سے ہم اللہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

میں جج ہوں لیکن مسلمان ہوں اگر میں ایک غیر مسلم جج ہوتا تو میری زبان قوانین حاضرہ کی حمد میں اسی طرح تر ہوتی جس طرح یورپ والوں کی زبانیں ہیں؛ اگر میں ایک جاہل مسلمان ہوتا تب بھی میں مغربی اقوام کی تقلید کرتا اور اس قانون پر ایمان لے آتا

لیکن مجھ پر اللہ کا یہ فضل ہے کہ میں ایک ایسا مسلمان جج ہوں جسے بہت سے مسلمان ججوں سے زیادہ اسلام کا علم حاصل ہے اور مجھے موجودہ قوانین اور قوانین شرعیہ کے باہمی اختلاف سے جس حد تک واقفیت ہے ، اس حد تک واقفیت بہت تھوڑے سے قانون دانوں کو حاصل ہے۔

میری غیر جانبداری کفر ہے موجودہ قانون شخصی معاملات ، اجتماعی مسائل ، نظام حکومت ، فوجداری و دیوانی قوانین ، اخلاقیات ، سماجی عدل ، حقوق و واجبات ، بین الاقوامی تعلقات ، سب سے بحث کرتا ہے۔ ان سارے مسائل کے بارے میں ایک مسلمان جج خالی الذہن اور جانبداری سے ماوراء اسی شکل میں ہوسکتا ہے کہ یا تو وہ اسلام کو ترک کر کے کفر کا انتخاب کرلے اور یا پھر گونگے اور بے عقل جانوروں کی طرح حیوانی زندگی بسر کرے ۔ مسلمان کا دستورِ اساسی شریعت اسلامی ہے ۔ قوانین موضوعہ میں سے جو قانون نصوصِ شریعت کے مطابق ہے یا اس کی روح اور مبادیات کے موافق ہے اسے ایک مسلمان بسروچشم قبول کرے گا اور امر الٰہی کے بموجب اس کی دل سے اطاعت کرے گا ۔ جو قانون اس کے خلاف ہوگا مسلمان اسے پاؤں کے نیچے روندے گا ۔ اسلام کی مخالفت کر کے کسی شئے کا احترام نہیں کیا جاسکتا۔ کسی مخلوق کی ایسی فرمانبرداری نہیں کی جائے گی جس سے اللہ کی نافرمانی لازم آئے۔ ایک مسلمان اگر حرام کو حرام تسلیم کرتے ہوئے اس کا مرتکب ہے وہ فاسق ہے ، لیکن اگر وہ حرام کو حلال اور جائز سمجھتے ہوئے اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کا کافر اور اسلام سے مرتد ہے ۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ ایک سچا مسلمان خدا یا خلق کے سامنے فسق و کفر کی ان دونوں حالتوں میں سے کسی حالت میں اپنے آپ کو پیش کرنا گوارا نہیں کرسکتا ۔

لَا طَاعَةَ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰہ اسلام مسلمانوں پر واجب کرتا ہے کہ اولاً وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ثانیاً اولی الامر کی اطاعت کریں ۔ اسلام مسلمان پر یہ بھی واجب کرتا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کسی غیر اللہ کی اطاعت نہ کریں ۔ پس اولی الامر کی کوئی ایسی اطاعت جائز نہیں جو اللہ کے دائرۂ اطاعت سے مسلمان کو خارج کر دے ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا
(النساء ۵۹)

یہ آیت حکّام کو امر کا حق دیتی ہے جس کی اطاعت محکوم پر واجب ہے لیکن ساتھ ہی یہ آیت حاکم کے حقوق اور محکوم کے

(بقیہ صفحہ ۶۶)

[illegible]

(بقیہ از صفحہ ۷۲)

واجبات کو فوراً مشروط اور مقید بھی کر دیتی ہے۔ حکومت کے لیے کسی ملازم یا غیر ملازم کو مخالفِ اسلام احکام دینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح مامور کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آمر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوئے کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق اور من امرکم من الولاة لغیر طاعة اللہ فلا تطیعوه (مخلوق کی اطاعت خالق کی معصیت میں جائز نہیں اور حکام میں سے جو تمہیں اللہ کی فرمانبرداری کے خلاف حکم دے تو اس کی اطاعت مت کرو) (باقی)